

## ایمان کی ستر شاخوں میں سے کچھ کا تذکرہ

(تقریر نمبر 5)

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ ۖ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ (البقرہ: 187)

جب میرے بندے تجھ سے میرے متعلق سوال کریں۔ تو یقیناً میں قریب ہوں۔ میں دعا کرنے والے کی دعا کا جواب دیتا ہوں جب وہ مجھے پکارتا ہے۔

کبھی نصرت نہیں ملتی درِ مولیٰ سے گندوں کو  
 کبھی ضائع نہیں کرتا وہ اپنے نیک بندوں کو  
 وہی اُس کے مُقَرَّب ہیں جو اپنا آپ کھوتے ہیں  
 نہیں راہ اُس کی عالی بارگہ تک خود پسندوں کو  
 یہی تدبیر ہے پیارو کہ مانگو اُس سے قربت کو  
 اُسی کے ہاتھ کو ڈھونڈو جلاؤ سب کمندوں کو

(در شمین)

سامعین! آج میری تقریر ایمان کی ستر شاخوں کے سلسلے کی پانچویں تقریر ہے۔ اس کو خاکسار نے زبان سے تعلق رکھنے والے اعمال میں شامل کیا ہے۔ ان اعمال کی تعداد 7 ہے، جن کا تعلق زبان کے کلمات اور ذکر و اذکار سے ہے۔ ان میں سے تین کا ذکر تقریر نمبر 4 میں کیا جا چکا ہے آج یہاں ان چار اعمال کا ذکر کیا جائے گا۔

1- استغفار

2- اللہ کا ذکر کرنا۔

3- سچ بولنا اور جھوٹ، غیبت، چغلی اور گالی گلوچ سے پرہیز کرنا۔

4- دُعا

استغفار

سامعین! اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

فَاَصْبِرْ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ ۖ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنبِكَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ بِالْعَشِيِّ وَالْإِبْكَارِ (المؤمن: 56)

پس صبر کر۔ یقیناً اللہ کا وعدہ سچا ہے اور اپنی بھول چوک کے تعلق میں استغفار کر اور اپنے رب کی حمد کے ساتھ شام کو بھی تسبیح کر اور صبح بھی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خدا کی قسم! میں دن میں اللہ تعالیٰ سے ستر (70) مرتبہ سے زیادہ استغفار اور توبہ کرتا ہوں۔

(صحیح بخاری، کتاب الدعوات، باب استغفار النبی فی الیوم والليلة حدیث نمبر 6307)

ہمارا پیارا خدا اس قدر غفور و رحیم ہے کہ وہ انتظار کرتا ہے کہ اس کا بندہ اس کے حضور گناہوں کی گٹھڑی لے کر آئے اور وہ اس کی مغفرت کرے۔ توبہ اور استغفار پر یقین رکھنا، خدا تعالیٰ کی رحمت کے لیے ہمیشہ پُر امید رہنا بھی ایمان کا حصہ ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”جو شخص کسی عورت کے پیٹ سے پیدا ہوا اور پھر ہمیشہ کے لئے استغفار اپنی عادت نہیں پکڑتا وہ کیڑا ہے، نہ انسان اور اندھا ہے، نہ سو جا کھا اور ناپاک ہے، نہ طیب۔“  
(اسلامی اصول کی فلاسفی، روحانی خزائن جلد 10 صفحہ 413)

پھر آپ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ

”یہ سچی بات ہے کہ توبہ اور استغفار سے گناہ بخشے جاتے ہیں اور خدا تعالیٰ اس سے محبت کرتا ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ (البقرہ: 223) سچی توبہ کرنے والا معصوم کے رنگ میں ہوتا ہے۔ پچھلے گناہ تو معاف ہو جاتے ہیں پھر آئندہ کے لیے خدا سے معاملہ صاف کر لے۔ اس طرح پر خدا کے اولیاء میں داخل ہو جائے گا اور پھر اس پر کوئی خوف و حزن نہ ہو گا۔“

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 594-595، ایڈیشن 1988ء)

سامعین! ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بھی ہمیں استغفار کے متعلق و قَافِوَتًا نَصَاحَ فرماتے ہیں۔ ایک موقع پر آپ فرماتے ہیں:

”ہر احمدی کو کوشش کرنی چاہئے کہ استغفار کرتے ہوئے اپنے گزشتہ گناہوں کی بخشش مانگتے ہوئے اور آئندہ کے لئے ان سے بچنے کا عہد کرتے ہوئے مستقل خدا کے سامنے جھکا رہے اور جب اس طرح عمل ہو رہے ہوں گے تو خدا تعالیٰ اپنی پناہ میں لے لے گا اور جو خدا تعالیٰ کی پناہ میں آجائے تو اسے جیسا کہ میں نے پہلے بتایا شیطان کبھی کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ کیونکہ اب اس سے وہی عمل سرزد ہو رہے ہوں گے جو خدا تعالیٰ کی رضا کو حاصل کرنے والے عمل ہوں گے۔ وہ تمام بُرائیاں ختم ہو جائیں گی جو خدا تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے میں روک رہے ہیں۔“

(خطبہ جمعہ فرمودہ 20 مئی 2005ء)

ایک بچے نے سوال کیا کہ کوئی نیک کام کرنے سے پہلے جب شیطان ہمیں بہکا تا ہے تو ہمیں کیا کرنا چاہیے؟ پیارے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے بہت سادہ سا جواب عنایت فرمایا کہ

”تَعُوْذُ اور استغفار پڑھیں، ثابت قدم رہیں اور اللہ تعالیٰ سے مدد مانگیں۔“

(الفضل انٹرنیشنل 23 اکتوبر 2020ء)

## 2- اللہ کا ذکر کرنا۔

سامعین! اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ فَادْكُرُوا اللّٰهَ وَنِوَاذْكُرْكُمْ (البقرہ: 153) یعنی میرا ذکر کیا کرو میں بھی تمہیں یاد رکھوں گا۔ ذکر الہی کے تعلق میں اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں مومنوں کو بار بار توجہ دلائی ہے اور اسے اطمینان قلب کا موجب قرار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ذکر الہی کو فلاح اور کامیابی کا ذریعہ قرار دیا ہے۔ فرماتا ہے۔ وَادْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ۔ (انفال: 46) کہ اللہ کو بہت یاد کیا کرو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ بیان فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ذکر الہی کرنے والے اور ذکر الہی نہ کرنے کی مثال زندہ اور مردہ کی طرح ہے۔ یعنی جو دعائیں کرتے ہیں وہ زندہ ہیں اور جو نہیں کرتے وہ مردہ ہیں۔

(بخاری کتاب الدعوات)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ اللہ کو زیادہ یاد کیا کرو اور ذکر الہی کی مثال ایسی سمجھو کہ جیسے کسی آدمی کا اس کے دشمن نہایت تیزی کے ساتھ پیچھا کر رہے ہوں۔ یہاں تک کہ کہ آدمی نے بھاگ کر ایک مضبوط قلعہ میں پناہ لی اور دشمنوں کے ہاتھ لگنے سے بچ گیا۔ اسی طرح بندہ شیطان سے نجات نہیں پاسکتا۔ مگر اللہ کی یاد کے سہارے سے۔

(جامع ترمذی)

سامعین! جو مؤمن اللہ کے ذکر میں مصروف رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے قریب ہوتا ہے۔ ایک حدیث میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ (حدیث قدسی ہے) ”میں اُس وقت اپنے بندے کے ساتھ ہوتا ہوں جب وہ میرے ذکر میں مشغول ہوتا ہے اور میرے ذکر کے ساتھ اس کے ہونٹ متحرک ہوتے ہیں۔“

(ابن ماجہ کتاب الادب باب فضل الذکر حدیث نمبر 3792)

ہم سب یہ بات بچپن سے سنتے چلے آئے ہیں کہ جہاں خدا تعالیٰ کا ذکر ہو رہا ہو تو وہاں فرشتے اپنی رحمت کے پَر پھیلا لیتے ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ ”جو لوگ ذکر الہی کرتے ہیں فرشتے ان کو اپنے جَلُوں میں لے لیتے ہیں، رحمت ان کو ڈھانپ لیتی ہے، ان پر سکینت نازل ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ ان کا تذکرہ اپنے حضور میں رہنے والوں سے کرتا ہے۔“

(سنن ترمذی کتاب الدعوت)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

”میرے نزدیک سب وظیفوں سے بہتر وظیفہ نماز ہی ہے۔ نماز ہی کو سنوار سنوار کر پڑھنا چاہئے اور سمجھ سمجھ کر پڑھو اور مسنون دعاؤں کے بعد اپنے لئے اپنی زبان میں بھی دعائیں کرو۔ اس سے تمہیں اطمینانِ قلب حاصل ہو گا اور سب مشکلات خدا تعالیٰ چاہے گا تو اسی سے حل ہو جائیں گی۔ نماز یا الہی کا ذریعہ ہے اسی لئے فرمایا ہے اَقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِي۔“

(الحکم 31 / مئی 1903ء صفحہ 9)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

”اپنے ذہنوں کو پاک رکھنے کے لئے ذکر الہی ضروری ہے۔ صرف ظاہری تسبیح پھیرنا ذکر الہی پر دلالت نہیں کرتا بلکہ دل، دماغ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں، فضلوں کی سمت کو سامنے رکھ کر اس طرح اللہ کو یاد کرے کہ تقویٰ پیدا ہو۔“

(خطبات مسرور جلد 6 صفحہ 398)

3- سچ بولنا اور جھوٹ، غیبت، چغلی اور گالی گلوچ سے پرہیز کرنا۔

سچ بولنا

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے وَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا (الاحزاب: 71) اور تم ہمیشہ صاف اور سیدھی بات کیا کرو۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سچائی نیکی کی طرف اور نیکی جنت کی طرف لے جاتی ہے اور جو انسان ہمیشہ سچ بولے اللہ کے نزدیک وہ صدیق لکھا جاتا ہے اور جھوٹ گناہ کی طرف اور گناہ جہنم کی طرف لے کر جاتا ہے اور جو آدمی ہمیشہ جھوٹ بولے وہ اللہ کے ہاں کذاب لکھا جاتا ہے۔

(مسلم کتاب البر والصلۃ)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:

”یقیناً یاد رکھو جھوٹ جیسی کوئی منحوس چیز نہیں عام طور پر دنیا دار کہتے ہیں کہ سچ بولنے والے گرفتار ہو جاتے ہیں۔ مگر میں کیوں کر اس کو باور کروں؟ مجھ پر سات مقدمے ہوئے ہیں اور خدا کے فضل سے کسی ایک میں بھی ایک لفظ بھی مجھے جھوٹ کہنے کی ضرورت نہیں پڑی۔ کوئی بتائے کسی ایک میں بھی خدا تعالیٰ نے مجھے شکست دی ہو۔ اللہ تعالیٰ تو آپ کی سچائی کا حامی اور مددگار ہے۔ جو شخص سچائی کو اختیار کرے گا کبھی نہیں ہو سکتا کہ غریب ہو اور خدا تعالیٰ جیسا کوئی اور مضبوط قلعہ اور حصار نہیں۔“

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 238-239)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

” انبیاء دنیا میں بگڑی ہوئی مخلوق کو، جو مخلوق اپنے خدا سے پرے ہٹ جائے اور بگڑ جائے اُس مخلوق کو سیدھا راستہ دکھانے کے لئے آتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو مبعوث فرماتا ہے تاکہ انہیں خدا تک پہنچا سکیں اور یہ سیدھا راستہ سچائی پر قائم ہوئے بغیر نہیں مل سکتا۔ اسی لئے تمام انبیاء سچائی کی تعلیم دیتے رہے اور جرأت سے حق پر قائم رہتے ہوئے ایک خدا کی طرف بلا تے رہے اور جب اللہ تعالیٰ نے یہ فیصلہ فرمایا کہ اب دین مکمل کرنے کا وقت آ گیا ہے، اب انسانی سوچ بلوغت تک پہنچ چکی ہے تو پیکرِ صدق وجود حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت میں اللہ تعالیٰ نے دنیا میں مبعوث فرمایا، جنہوں نے ہر معاملے میں بڑے سے بڑے معاملے سے لے کر چھوٹے سے چھوٹے معاملے تک ہمیں سچ پر قائم رہنے کی اور ہمیشہ اس پر عمل کرنے کی تلقین فرمائی۔ ہم پر کس قدر ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ ہم سچ کے خُلق کو اپنے اوپر لاگو کریں اور اسے اپنائیں اور ہمارا اوڑھنا بچھونا، ہر حالت میں، ہماری ہر بات جو ہمارے منہ سے نکلے وہ سچ ہو۔“

(خطبہ جمعہ فرمودہ 19/ دسمبر 2003)

جھوٹ سے پرہیز

سامعین! قرآن کریم میں خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ **وَاجْتَنِبُوا قَوْلَ الزُّورِ (الحج: 31)**

جھوٹ کہنے سے بچو اور ساتھ فرمایا کہ اگر تم یہ کرو گے تو یہ تمہارے لئے اور خدا تعالیٰ کے نزدیک بہتر ہے۔

حضرت ابو بکرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تیسرا بڑا گناہ جھوٹ ہے اور یہ بات آپ نے بڑے زور سے بیان کی اور اتنی دفعہ دہرائی کہ ہم نے چاہا۔ کاش! حضور صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو جائیں۔

(بخاری کتاب الادب باب عقوق الوالدین)

پھر ایک اور حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جھوٹ بولنے والے کے لئے دوزخ کا عذاب بیان کیا ہے اور فرمایا ایسے شخص کے لئے جنت حرام کر دی جاتی ہے۔ اس زمانہ کے امام حضرت مسیح موعودؑ نے بھی اپنی جماعت کو جھوٹ سے بچنے کی تلقین فرمائی ہے اور شرائط بیعت میں آپ نے دوسری شرط میں جھوٹ سے بچنے کا وعدہ لیا ہے۔ خود آپ کی ساری زندگی جھوٹ سے پاک رہی۔ بڑے بڑے جھوٹے مقدمے بھی آپ کا کچھ بگاڑ نہ سکے۔

ایک دفعہ حضرت مسیح موعودؑ کے خلاف لیکھرام کے قتل کا جھوٹا مقدمہ بنایا گیا۔ سارے اس زمانہ کے مولوی اور عیسائی پادری آپ کے خلاف تھے اور ایک دوسرے کی مدد کر رہے تھے۔ خدا تعالیٰ نے خود جج کو سارے حالات بتادیئے اور اس نے حضرت مسیح موعودؑ کو باعزت بری کر دیا۔ حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ لیکھرام کو اس لیے خدا کے عذاب نے پکڑا تھا کہ وہ جھوٹا تھا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ ہمیں نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

” جب جھوٹ پر مبنی معاشرہ قائم ہو جائے تو پھر اقدار ختم ہوتی چلی جاتی ہیں اور ایک وقت میں تمام معاشرہ ہی بے حس اور بالکل ہی اللہ تعالیٰ سے دور جانے والا ہو جاتا ہے۔ تو ہر احمدی کو اس معاشرہ میں ایسی باتوں سے اپنے آپ کو محفوظ رکھنا ہے۔ یہ احساس پیدا کرنا ہے، اپنے اندر بھی، اپنی نسلوں کے اندر بھی کہ احمدی ہونے کی حیثیت سے تم نے سچائی پر قائم رہنا ہے اور جھوٹ کے خلاف جہاد کرنا ہے۔ جتنا مرضی اس میں نقصان ہو اس کی کوئی پرواہ نہیں کرنی۔ اس لئے ہر احمدی چاہے وہ ملازمت سے منسلک ہو، چاہے کسی پیشے سے منسلک ہو، چاہے کوئی کاروبار کرتا ہو، یہ عہد کرے کہ میں نے جھوٹ کا سہارا نہیں لینا۔ تو اس زمانے میں احمدی کو بہت پھونک پھونک کر قدم اٹھانا چاہئے۔ کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بیعت کا دعویٰ کرنے کے بعد، جھوٹ سے نفرت کا وعدہ کرنے کے بعد، بے احتیاطی کرنے کا مطلب ہے کہ ہم یہ خیال کر رہے ہیں کہ شاید جھوٹ بول کر اللہ تعالیٰ کو دھوکہ دے سکتے ہیں، نعوذ باللہ۔ اس لئے بہت خوف کا مقام ہے، بہت احتیاط کی ضرورت ہے۔“

(خطبہ جمعہ فرمودہ 19/ دسمبر 2003ء)

غیبت، چغلی، گالی گلوچ

سامعین! اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

**وَلَا يَغْتَبِ بَعْضُكُم بَعْضًا أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَنْ يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوهُ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ تَوَّابٌ رَحِيمٌ (الحجرات: 13)**

یعنی تم سے کوئی کسی کی غیبت نہ کرے کیا تم میں سے کوئی اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانا پسند کرے گا۔ ہرگز نہیں بلکہ تم اس حرکت سے نفی کرو گے۔ پس تم اللہ سے ڈرو۔ یقیناً اللہ بہت توبہ قبول کرنے اور بار بار رحم کرنے والا ہے۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقع پر غیبت اور بہتان کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر وہ عیب تمہارے بھائی میں پایا جاتا ہے جو تم نے اس کی پیٹھ پیچھے بیان کیا تو یہ غیبت ہے اور اگر تم نے وہ بات اس سے متعلق کی جو اس میں نہیں پائی جاتی تو یہ بہتان ہے۔

(مسلم کتاب البر و لصلتہ)

حضرت مسیح موعودؑ ایک جگہ جماعت کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

”ہماری جماعت کو چاہئے کہ کسی بھائی کا عیب دیکھ کر اس کے لئے دعا کریں لیکن اگر وہ دعا نہیں کرتے اور اس کو بیان کر کے دور سلسلہ چلاتے ہیں تو گناہ کرتے ہیں۔ کونسا ایسا عیب ہے جو کہ دور نہیں ہو سکتا۔ اس لئے ہمیشہ دعا کے ذریعہ دوسرے بھائی کی مدد کرنی چاہئے“

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 60)

یعنی اگر ہم کسی میں کوئی بُرائی دیکھیں تو بجائے اس کے کہ ایک دوسرے کو بیان کریں اور کہیں کہ آگے کسی کو نہ بتانا اور وہ شخص آگے کسی کو بتادے اور بات آخر کار اُس شخص تک پہنچ جائے جس کے متعلق بات کی جا رہی ہے تو خود سوچیں کہ کیا انجام ہو گا۔ ایک تو زبان اور کان کے زنا میں شامل ہوئے اور دوسرے کسی کو دلی تکلیف پہنچائی۔ تو غیبت سے بچنے کے لیے اسی لیے منع کیا ہے کہ اس کی وجہ سے کئی فساد پیدا ہوتے ہیں جبکہ اسلام امن اور بھائی چارے کا سبق دیتا ہے۔

**گالی گلوچ**

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”مومن نہ طعن و تشنیع کرنے والا ہوتا ہے، نہ لعنت کرنے والا، نہ بے حیاء باتیں کرنے والا اور نہ ہی گالی دینے والا۔“

(ترمذی: 1977)

آج ہمارے معاشرے میں گالی گلوچ کا چلن دن بہ دن عام ہوتا جا رہا ہے۔ بعض افراد ایسے بھی ہے جو غصے کی حالت میں آپے سے باہر ہو کر گالیاں بکتے ہیں مگر بہت سارے بات بات میں مزاح گالی بک دیتے ہیں گویا کہ ان افراد کا تکیہ کلام ہی گالی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جس معاشرہ میں پیدا ہوئے وہاں کی اکثریت سخت مزاج اور درشت لہجے والی تھی۔ موسم کی سختیوں اور سنگلاخ زمین نے ان کے دلوں کو سخت کر دیا تھا لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ اخلاق اور عمدہ طرز کلام نے اُس وحشی قوم کے دلوں کو فتح کر لیا اور وہ آپ کے عاشق جاں نثار بن گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سخت کلامی کا جواب نرمی سے اور بد کلامی کا جواب خوش کلامی سے دینے والے بابرکت وجود تھے۔ آپ لوگوں کو ان کی غلطیوں پر نادم اور شرمندہ کرنے کی بجائے حکیمانہ طرز عمل اختیار فرماتے اور اپنے عمدہ نمونہ سے ان کی اصلاح فرماتے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی جماعت کو دشمنوں کے مقابلہ میں نرمی اور حلم اختیار کرنے کی اس قدر تاکید فرمائی ہے کہ ایک موقع پر نصیحت کرتے ہوئے یہاں تک فرماتے ہیں کہ

”اگر کوئی ہماری جماعت میں سے مخالفوں کی گالیوں اور سخت گوئی پر صبر نہ کر سکے تو اس کا اختیار ہے کہ عدالت کے روستے چارہ جوئی کرے مگر یہ مناسب نہیں کہ سختی کے مقابل سختی کر کے کسی مفسدہ کو پیدا کرے۔ یہ نصیحت ہے جو ہم نے اپنی جماعت کو کر دی اور ہم ایسے شخص سے بیزار ہیں اور اس کو اپنی جماعت سے خارج کرتے ہیں جو اس پر عمل نہ کر سکے۔“

(کتاب البریہ، روحانی خزائن جلد 13 صفحہ 17)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

”ایک احمدی کی زبان ہمیشہ پاک اور صاف ہونی چاہیے۔ کیونکہ گالی آنے کا مطلب ہی یہ ہے کہ آپ جھوٹ بول رہے ہیں آپ کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے۔ اپنی بات کا کوئی ثبوت نہیں ہے جس کی وجہ سے غصہ میں آکر گالی گلوچ شروع کر دی۔ اس لیے یہ گھٹیا طریق ہے جو کبھی بھی کسی احمدی کو اختیار نہیں کرنا چاہیے۔“

(مشعل راہ، جلد پنجم، حصہ دوم، صفحہ 110)

سامعین! دُعا اور اُس کی قبولیت پر مکمل یقین رکھنا بھی ہمارے ایمان کا حصہ ہے۔ ایک مومن کی تمام عبادات کا انحصار بھی دُعا پر ہی ہوتا ہے۔ حضرت انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ دُعا عبادت کا مغز ہے۔

(ترمذی کتاب الدعوات)

ایک اور حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ دعا ایسی مصیبت سے بچانے کے لئے بھی فائدہ دیتی ہے جو نازل ہو چکی ہو اور ایسی مصیبت کے بارہ میں جو ابھی نازل نہ ہوئی ہو۔ پس اے اللہ کے بندو! دعا کو اپنے اوپر لازم کر لو۔

(ترمذی کتاب الدعوات)

دعاؤں کی قبولیت کے لئے ضروری ہے کہ انسان کامل وفا اور اخلاص کے ساتھ آستانہ الوہیت پر گرا رہے اور عاجزی و انکساری کے ساتھ خدا کے آگے سر بسجود رہے۔ پھر اللہ تعالیٰ خود بخود اُس کے نزدیک ہوتا جاتا ہے۔

دعا میں اس قدر طاقت ہے کہ جہاں اس سے ایمان میں تقویت حاصل ہوتی ہے۔ وہاں دوسرے لوگوں کو خدا تعالیٰ کی ذات کا پتہ ملتا ہے اور اس طرح قوت یقین پیدا ہوتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”وہی دعا مفید ہوتی ہے جب کہ دل خدا کے آگے پگھل جاوے اور خدا کے سوا کوئی مفرّ نظر نہ آوے۔ جو خدا کی طرف بھاگتا ہے اور اضطراب کے ساتھ امن کا جو یا ہوتا ہے۔ وہ آخر بچ جاتا ہے۔“

(تفسیر سورۃ بقرہ صفحہ 282)

پھر آپؐ فرماتے ہیں۔

”جو دعا سے منکر ہے وہ خدا سے منکر ہے۔ صرف ایک دعا ہی ذریعہ خدا شناسی کا ہے۔“

(تفسیر سورۃ بقرہ صفحہ 373)

فرمایا: ”دعا صرف زبان سے نہیں ہوتی بلکہ دعا وہ ہے کہ ”جو منگے سو مر رہے مرے سو منگن جا۔“

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 107 حاشیہ ایڈیشن 1988ء)

ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

” دعا کی قبولیت کے لئے دعا کو کمال تک پہنچانا ضروری ہے اور اس مقام تک پہنچ کر یا تو دعا قبول ہو جاتی ہے جو انسان اللہ تعالیٰ سے مانگ رہا ہے، اُس کی قبولیت کے آثار ظاہر ہونا شروع ہو جاتے ہیں یا پھر دل کی ایسی تسلی اور سکینت ہوتی ہے کہ انسان کا جو غم ہے جس وجہ سے دعا مانگ رہا ہے، وہ ختم ہو جاتا ہے، وہ دُور ہو جاتا ہے۔ ایک خاص قسم کا سکون ملتا ہے کہ اب جو بھی خدا تعالیٰ کے نزدیک میرے لئے بہتر ہو گا وہ ظاہر ہو گا۔ یہ سوچ ہے جو ایک حقیقی مومن کی ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو یہ مقام حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ یہ توفیق بھی خدا تعالیٰ کے فضل سے ملتی ہے۔ اس لئے اس کے حصول کے لئے بھی دعا کرنی چاہئے۔“

(خطبہ جمعہ فرمودہ 8 مارچ 2013ء)

اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے۔ آمین

(بتعاون: مسز عائشہ چوہدری۔ جرمنی)

